ڈاکٹر خالد علوی

فرد کی تربیت کا پیغمبرانہ طریق

(آخری اور تیسری قسط)

خدمتِ خلق

پیغمبرانہ طریقِ تربیت کا دوسرا بنیادی عنصر خدمتِ خلق ہے۔ فرد کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو سے وہ اپنے خالق سے متعلق ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ مخلوقِ خداوندی سے جڑا ہوا ہے۔ خالق کے تعلق سے وہ احساسِ عجز و نیاز اور عبودیت اور انابت کو اپناتا ہے اور مخلوق کی نسبت سے خدمت، نفع بخشی اور فیض رسانی کو شعار بناتا ہے۔ خلق خدا، اس کا کنبہ ہے جس کی خدمت اور جس سے حسنِ سلوک دنیوی و اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے :

عن عبد اللہ و ابی ھریرۃ۔ قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : الخلق عیال اللہ۔ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ[1]

عبد اللہ اور ابی ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

خدمتِ خلق ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں جسمانی خدمت، اخلاقی رویہ، مالی اعانت اور تحفظ شامل ہیں۔ قرآن و سنت کی ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنِ خلق دین کی روح ہے۔ اللہ نے نیکی کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الادب فی الشفقۃ علی الخلق: ۴۲۵۔

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ [1]

نیکی یہی نہیں کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی اس کی ہے جو خدا پر، قیامت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور مال کی خواہش کے باوجود اپنا مال رشتہ داروں کو، یتیموں کو، غریبوں کو، مسافر کو، مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دیا ۔ اور نماز ادا کرتا رہا اور زکوٰۃ دیتا رہا، اور جو وعدہ کر کے اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں، اور جو مصیبت، تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں ۔ یہی وہ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں ۔

کتب احادیث میں الشفقۃ علی الخلق اور حسن الخلق کے ابواب ہیں جن سے عملی زندگی کی پوری تصویر بنتی ہے ۔ آپ حسن خلق ہی کو لیں ، بیسیوں احادیث اس کی اہمیت و فضیلت پر مل جائیں گی ۔ حضورؐ کی دعاؤں میں منقول ہے :

اللّٰھم احسنت خلقی فحسن خلقی [2]

اے پروردگار تو نے میری جسمانی ساخت اچھی بنائی ہے ۔ میرے اخلاق کو بھی احسن بنا ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا :

اکمل المومنین ایماناً احسنھم اخلاقاً ۔ [3]

مسلمانوں میں کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے ۔

ما من شیء یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق فان صاحب حسن الخلق

---

[1] القرآن (۲:۱۷۷)

[2] مسند امام احمد، ۱: ۴۰۳، ۶: ۶۸، ۱۵۵

[3] ابو داؤد، ۴: ۳۰۴، مسند امام احمد ۲: ۲۵۰، ۵: ۸۹، ۶: ۴۷

لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصوم والصلاۃ[۵۴]
(قیامت کی) ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

آنحضورؐ نے صاحب حسن خلق کو جہاں قرب الٰہی کا مژدہ سنایا ہے وہاں اسے قرب نبوت کی بشارت بھی دی ہے۔ آنحضرتؐ سے مروی ہے:

ان احبکم الی واقربکم منی فی الاخرۃ محاسنکم اخلاقاً وان ابغضکم الی وابعدکم منی فی الاخرۃ مساویکم اخلاقاً[۵۶]

تم میں میرے سب سے پیارے اور آخرت میں قریب تر وہ ہیں جو تم میں خوش خلق ہیں۔ مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں۔

مالی و جسمانی اعانت اجتماعی زندگی کی روح اور اس کے سکون کا ذریعہ ہے جس معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے لیے مددگار ہوتے ہیں اسے پرسکون اور خوش حال معاشرہ کہا جا سکتا ہے۔ باہمی تعاون و تراحم کی تلقین ملاحظہ فرمائیے:

عن النعمان بن بشیر۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تری المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضواً تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی[۵۷]

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایمان داروں کو آپس کی رحمت و محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تمام بدن کے اعضا بیداری اور تپ کو بلاتے ہیں۔

حاجت مندوں کی مدد کرنا اور مشکل حالات سے دوچار انسانوں کو سہارا دینا ایک مفید

---

۵۴ ترمذی ابواب البر، ۸ : ۱۶۸
۵۶ مسند، ۳ : ۱۹۳، ۱۹۴۔ کنز العمال، کتاب الاخلاق، ۲
۵۷ مسلم، کتاب البر، ۸ : ۳۵۔ مسند، ۴ : ۲۷۰

معاشرتی عمل ہے لیکن آنحضرتؐ نے ایسے روحانی اور اخلاقی بنیاد فراہم کی ہے اس سے اس کی اہمیت دوبالا ہو گئی ہے۔

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا اتاہ السائل او صاحب الحاجۃ قال: اشفعوا فلتوجروا ولیقضی اللہ علی لسان رسولہ ما شاء[8]

ابو موسیٰؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس کوئی سائل یا ضرورت مند آتا تو فرماتے: سفارش کرو تاکہ تم کو اجر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الراحمون یرحمھم الرحمن۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[9]

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پہ رحمان بھی رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ[10]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال: المسلم اخو المسلم۔ لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم الدنیا ماۃ[11]

---

[8] بخاری، کتاب الزکوٰۃ، ۲: ۱۴۱ — مسلم، کتاب البر، ۸: ۳۷ — ترمذی، ابواب العلم ۱۰: ۱۴۱ — نسائی، کتاب الزکوٰۃ، ۵: ۶۵۔

[9] ترمذی، ۸: ۱۱۱

[10] ترمذی، باب ستر علی المومنین، ۸: ۱۱۶

[11] ترمذی، ۸: ۱۱۶ — ابوداؤد، کتاب الادب، ۴: ۳۹۲

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس سے کنارہ کرتا ہے جو آدمی اپنے بھائی کی حاجت برآری میں رہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے ایک دکھ ہٹایا، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز اس کی مشکلات میں سے ایک مشکل کو دور کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس پر پردہ ڈالے گا۔

قرآن کریم کی رُو سے انسان کی کمائی میں دوسروں کا بھی حق ہے:

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ [۱۲]

جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم کے لیے حق ہے۔

خدمتِ خلق فرد کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے باعث انسان رذائل اخلاق اور نفس کے فریب سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا میں فساد کا بڑا سبب فرد کی حد سے بڑھی ہوئی ہوس، اس کی طبیعت کا بخل اور اس کا جبر و تشدد ہے۔ یہ اس کی ہوس ہی تو ہے جس سے معاشرہ استحصال کا شکار ہوتا ہے۔ یہ اس کے نفس کا غرور ہی تو ہے جو جبر و تشدد اور ظلم و دہشت کو جنم دیتا ہے اور یہ اس کا بخل ہی تو ہے جو معاشی زندگی کی نشو و نما کو روکنے کا باعث بنتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے ان اخلاقی بیماریوں کا علاج خدمتِ خلق کے ذریعے کیا ہے۔ خدمتِ خلق کے لیے محبت و شفقت اور ہمدردی و اخلاص کے علاوہ ایثار و قربانی کا جذبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے رسول اللہؐ نے ایثار کی ترغیب دلائی۔ قرآن پاک میں انصار کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [۱۳]

گو اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (ان مہاجرین بھائیوں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔

---

۱۲ القرآن، ۵۱: ۱۹

۱۳ القرآن، ۵۹: ۹

مفسرین و محدثین نے اسی آیت پر انصار کی ایثار نفسی کے بارے میں بحث کی ہے۔ بخاری و مسلم[۱۴۱] میں اس انصاری کا واقعہ درج ہے جس نے خود بھوکے رہ کر مہمانوں کو کھانا کھلایا تھا۔ خدمت خلق کے ذریعے ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے کے لیے سوچتا اور عمل کرتا ہے۔ چونکہ خدمت خلق سے فرد کے ذاتی مفادات کی قربانی ہوتی ہے اس لیے طبائع انسانی سے اس کی طرف مائل نہیں ہوتیں۔ انبیا علیہم السلام نے انسان کو اس کام کے لیے آمادہ کرنے پر بڑی محنت کی ہے۔ اللہ کی توحید کا شعور اور خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک کا احساس ان محسنین خلق کی کاوشوں کا محور رہے ہیں۔ رسول اللہ نے شعور انسانی کے اس پہلو کو پختہ کرنے کے لیے کئی طریقے اختیار کیے ہیں۔ اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرنے سے وہ گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ طریق نبوت کے صرف چند پہلو ذکر کیے جاتے ہیں۔

وعظ و نصیحت

انسانی شخصیت میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کلام کا اثر قبول کرے۔ اثر پذیری کی اس فطری صلاحیت کے پیش نظر نصیحت ایک ضروری عمل قرار دیا گیا۔ انسان کے فطری میلانات تہذیب و رہنمائی کے محتاج رہتے ہیں، اسی لیے بھی پند و موعظت لازم ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کا طالب علم جانتا ہے کہ جا بجا موعظت کی باتیں فطرت انسانی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر کی گئی ہیں۔ یہ نصائح بے سبب تکرار نہیں ہیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے صحیح بات ہوتی ہے نصیحت و وعظ کا فطری انداز ملاحظہ فرمائیے:

إِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ [۱۵]

یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا، تو اس نے کہا: بیٹا! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ حق یہ ہے کہ شرک بڑا ظلم ہے۔

---

[۱۴۱] بخاری، تفسیر سورۂ حشر، ۶ : ۱۸۵۔ مسلم، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف، ۶ : ۱۲۷۔

[۱۵] القرآن، ۳۱ : ۱۳۔

قرآن حکیم میں کم از کم پچیس مقامات ایسے ہیں، جہاں وعظ، موعظت اور اسی مادے سے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن پاک نے اپنے بارے میں موعظت ہونے کا اعلان کیا:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ [16]

یہ لوگوں کے لیے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں، ان کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

آنحضور ﷺ کو دعوتِ دین کا طریق بتاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [17]

اے نبی ﷺ! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ دین نصیحت کا نام ہے:

عن تميم الداري ان النبي ﷺ قال: الدين النصيحة، ثلاثاً. قلنا: لمن؟ قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم [18]

تمیم داری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے کہا کس کے لیے؟ فرمایا! اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے اس کی کتاب کے لیے اور مسلمانوں کے ائمہ اور عام لوگوں کے لیے۔

آپ ﷺ نے جس پُرتاثیر انداز سے وعظ و نصیحت فرمائی اسے کتب حدیث کے ابواب الرقائق والنصائح میں کسی حد تک محفوظ کیا گیا ہے۔ ان احادیث کو پڑھتے ہوئے قاری واقعی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ہمدردی و خیر خواہی کی دردبھری آواز سن رہا ہے۔ ایسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی مشفق خیر خواہ دنیا و آخرت، حیات و ممات اور فلاح و خسران کے حقائق سے نقاب اُلٹ رہا ہے۔ آپ نے کبھی فرد کو الگ اکائی کے طور پر مخاطب کیا اور کبھی اجتماعیت کے وسیع سمندر میں اٹھنے والی ایک منفرد لہر کے طور پر خطاب کیا۔

---

[16] القرآن، ۳: ۱۳۸ — [17] ۱۶: ۱۲۵

[18] بخاری، ۱: ۳۴۲ — مسلم، کتاب الایمان، ۱: ۵۳ —— ابو داؤد، کتاب الادب، ۴: ۲۹۳۔

دنیوی زندگی میں انسان کی بڑی آرزو اس کی آسائشیں اور ساز و سامان کی کثرت ہوتی ہے۔ مربی اعظم ؐ نے انسان کو متاع دنیا کی ہلاکت خیزیوں کا احساس دلاتے ہوئے جو کچھ فرمایا اس کی حقیقت اور تاثیر کا اندازہ لگائیں:

عن عمرو بن عوف، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فواللہ! لا الفقر اخشی علیکم و لکن اخشی علیکم ان یبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوها کما تنافسوها و تھلککم کما اھلکتھم[۱۹]

عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! میں تمھارے فقر سے نہیں ڈرتا لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کردی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخی کی گئی۔ پھر تم اسی طرح رغبت کرنے لگو جس طرح انھوں نے رغبت کی اور تمھیں ہلاک کرے گی جیسے ان کو ہلاک کیا۔

مال کی حیثیت، دنیا کی حقیقت، آخرت کی زندگی اور عمل صالح کے فوائد پر پُر از حکمت بیان موجود ہیں۔ نصیحت کا یہ انداز فرد کو دینی زندگی کے حقائق اور زندگی کے مسائل سمجھانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس انداز کو مؤثر بنانے کے لیے قصص و واقعات اور حکایات و تمثیلات کو بیان کیا گیا۔ کون نہیں جانتا کہ واقعات و حکایات کی اپنی تاثیر ہے۔ عموماً انسان کی قوت تخیلہ حکایت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے یا کہانی کے اشخاص و واقعات میں انسان بطور وجدان شریک ہوجاتا ہے۔ قرآن کریم نے انسانی فطرت کو جانتے ہوئے قصص کو ذریعہ تربیت کے طور پر اختیار کیا ہے۔ ان میں تاریخی قصص بھی ہیں اور تمثیلی بھی ـــ آنحضورؐ نے اسے اپنایا اور اپنے نصائح اور عملی تربیت میں ان سے کام لیا۔

اسوۂ حسنہ

اجتماعی تربیت کے لیے بالعموم اور فرد کی تربیت کے لیے بالخصوص جو چیز سب سے زیادہ

---

[۱۹] بخاری، جزیہ، ۸: ۱۱۲ ـــ مسلم، زہد، ۸: ۲۱۲ ـــ ترمذی، قیامہ ۹: ۲۸۶ ـــ ابن ماجہ، ۲: ۱۳۲۵ ـــ مسند، ۴: ۱۳۷

مؤثر رہی ہے نہ شخصی نمونہ ہے۔ شخصیت کا اندازِ گفتگو اور عمل و کردار کا اسلوب وہ پہلو ہیں جو تربیتِ فرد میں نمایاں ترین اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی بنا پر خالقِ کائنات نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کاملہ کا نمونہ اور اسوۂ حسنہ کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [20]

فی الحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔

حضرت عائشہ سے جب آپؐ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "آپؐ کا خلق قرآن تھا"[21] بڑا مختصر، بہت بامعنی اور نہایت عمدہ جواب ہے یعنی آپ کی حیاتِ طیبہ قرآن کریم کا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی۔ جس طرح قرآن کریم ایک عظیم کائناتی قوت ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا عظیم شاہکار تھی۔ اس میں کائنات کی قوتیں مجتمع اور ناموسِ کائنات مکمل ہو گیا تھا۔ آپ کا وجود ہدایت کا مجسم نور بن گیا تھا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا [22]

اے نبیؐ! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ۔

تاریخِ انسانی میں لاتعداد انبیاء و مصلحین آئے لیکن جامع ترین ابدی نمونہ آنحضرتؐ کی ذاتِ گرامی ہے۔ یہ مثالی شخصیت ہمہ پہلو و ہمہ گیر ہے۔ اس کا نورِ نبوت ازل سے ابد تک حاوی ہے اس لیے فرد کی تربیت کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔ حکمِ خداوندی ہے:

---

[20] القرآن، ۳۳: ۲۱

[21] اسلام کا نظامِ تربیت، ۲۹۹

[22] القرآن، ۳۳: ۴۵-۴۶

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۲۳؎

اے نبیؐ! ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے :

آپؐ کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ آج بھی زندہ ہے اور اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک نظامِ کائنات قائم رہے گا اور جب بھی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے گا نفوسِ انسانی اس سے متاثر ہوں گے۔ وہ روح کو جلا بخشے گی اور قلب کو منور کرے گی۔ دورِ نبوت میں جن حضرات نے ذاتِ اطہر سے براہِ راست تعلیم و ہدایت حاصل کی ان کے قلوب منور ہو گئے اور انھیں اس نور سے اس قدر عظیم قوت حاصل ہو گئی کہ قلیل تعداد ہونے کے باوجود انھوں نے تاریخِ انسانیت کے سب سے حیرت انگیز اور سب سے عظیم کارنامے انجام دیے اور آج بھی جو شخص اشتیاق و محبت کے جذبات سے سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرے اس کو ذاتِ نبوت سے نور اور قوت حاصل ہو سکتی ہے ۲۴؎ مثالی شخصیت تربیتِ فرد کا قطعی اہم اور بنیادی ذریعہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی تاثیر سے جو افراد تیار ہوئے وہ تاریخِ انسانیت کے مثالی کردار بن گئے اور آج تک روشنی کا ذریعہ ہیں۔ قرآن نے ان افرادِ صالحہ کے بارے میں کہا :

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۲۵؎

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

آپؐ کی تربیت سے دنیا میں ایک مثالی امت قائم ہوئی جس کے سپرد دعوت کا پیغمبرانہ کام ہوا۔ ربِّ کریم کا ارشاد ہے :

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۲۶؎

۲۳؎ القرآن، ۲۱ : ۱۰۷

۲۴؎ اسلام کا نظامِ تربیت، ۳۰۲

۲۵؎ القرآن، ۹۸ : ۸

۲۶؎ القرآن ۳ : ۱۱۰

دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضورؐ کے بعد چونکہ کسی اور نبی نے نہیں آنا اس لیے آئندہ نسلوں کی تربیت کے لیے جہاں تعلق باللہ اور خدمتِ خلق کے ابدی اصول بیان فرمائے وہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو تربیت کا مستقل اور پائیدار ذریعہ قرار دیا۔ آنحضرتؐ کو اپنی اس حیثیت کا کامل شعور تھا اس لیے مختلف مواقع پر آپ نے اپنی حیثیت اور اپنی ذات سے وابستگی کو بیان فرمایا۔ اہلِ ایمان کے لیے اس کی پیروی لازمی ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[۲۷]

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

آپ نے اپنے طرزِ عمل کو ابدی معیار کے طور پر پیش کیا اور اس کی اتباع پر زور دیا کہ اس کے بغیر تعمیرِ سیرت ممکن ہی نہیں۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین[۲۸]

تم پر لازم ہے کہ میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑو۔

عن مالک بن انس مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ[۲۹]

مالک بن انس مرسل طریقے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے

---

[۲۷] مسلم، کتاب الایمان، ۱: ۴۹۔

[۲۸] ابوداؤد، کتاب ۴۷: ۲۸۱، ترمذی ابواب العلم، ۱۰: ۱۴۴، ابن ماجہ ۱: ۲۹۔

[۲۹] موطا، النہی عن القدر، ۱۲۔

تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ!

اسوۂ حسنہ تربیت کا ایک زندۂ جاوید معیار پیش کرتا ہے، جس کو سامنے رکھ کر فرد اپنی انفرادی اور جماعت اپنی اجتماعی زندگی کو معیاری بنا سکتی ہے۔ خود احتسابی تربیتی زندگی کا اہم ترین پہلو ہے اور اس کے لیے جو نمونہ پیش نظر رکھا جا سکتا ہے وہ آنحضرتؐ کا اسوہ ہے جسے مومن ہر وقت اپنے سامنے محسوس کرتا ہے ؎

وہ آئے کب کے، گئے بھی کب کے، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
وہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں، وہ جا رہے ہیں

آپ نے اپنی ذاتِ گرامی کو قول و فعل اور کردار و ارشاد کے ایسے اعلیٰ معیار پر قائم رکھا کہ فرد ہر لمحہ اپنی تکمیل کے لیے متوجہ رہے اور آپ کے عمل کو معیارِ زیست بنائے۔ وہ جو اس وقت مربی و مزکی تھا، اب بھی مربی و مزکی ہے۔ اس کے ارشاد و کردار کا ایک ایک پہلو روشنی کا مینار ہے۔ رب کائنات نے آپؐ کے وجود کو اپنا احسان قرار دیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [۱]

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

تربیت کے اس طریق میں فرد صالحیت کی ایسی صلاحیت کو پروان چڑھاتا ہے جس سے اس کی ذات کو تو فائدہ پہنچتا ہی ہے، وہ اجتماعیت کے لیے بھی رحمت کا پیغام بن کر چلتا پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی وہ طریق ہے جس سے اسی دور کے اخلاقی امراض اور شخصی تضادات کا مداوا کیا جا سکتا ہے۔

---

[۱] القرآن، ۳: ۱۶۴